# درجۂ اردو

از حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم

برہان کو آج پہلی مرتبہ حضرت مولانا کی ایک تحریر کو شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے اس تحریر کو قلمبند کرنے کی تقریب کا ذکر جناب محترم وصل صاحب بلگرامی کے مندرجہ ذیل نوٹ میں آگیا ہے۔ اس سے قارئین کرام کو یہ اندازہ ہوگا کہ حضرت مولانا کی یہ تحریر اور اس پر علمار کرام کے تصدیقی و تقریظی بیانات اردو زبان کی تاریخ میں پہلی چیز ہیں جن کے ذریعہ اردو کی ضرورت بقا اور اہمیت شرعی فتوی کی حیثیت سے ہندوستان کے جلیل القدر علمار کی ایک ممتاز جماعت کی طرف سے ظاہر کی گئی ہے۔ اس اہمیت کے پیش نظر ہی ہم حضرت مولانا کی تحریر اور اس پر علمار کرام کی تقریظات شائع کرتے ہیں۔ مولانا محمد طیب صاحب کی تقریظ ایک مستقل پرمغز مقالہ ہے جو آئندہ اشاعت میں درج ہوگا۔

اس سلسلہ میں ہمارے لئے تفصیلاً کچھ کہنے کا موقع نہیں ہے۔ لیکن مختصراً اتنا عرض کرنا بے محل نہیں ہوگا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اردو زبان ہندو اور مسلمانوں کے میل جول سے پیدا ہوئی۔ اور اب بھی اپنی وسعت اور عام فہم ہونے کے اعتبار سے یہی زبان اس بات کی مستحق ہے کہ اُسے ہندوستان کی ملکی زبان تسلیم کیا جائے مگر افسوس ہے کہ ہندوؤں کے ایک خاص طبقہ کے زبردست پروپیگنڈہ کے باعث اب حالات اس درجہ نازک ہوگئے ہیں کہ اگر واقعی مسلمان اردو کی حفاظت اور اس کی بقا و ترقی چاہتے ہیں تو اس کی صورت بجز اس کے

کوئی اور نہیں ہے کہ مسلمان از خود اس زبان کی اہمیت کو پورے طور پر محسوس کریں اور سمجھیں کہ ہندوستان میں ان کے قومی وقار و شخصیت کے تحفظ کا اس زبان کی بقا سے کتنا گہرا تعلق ہے۔

جیسا کہ علماء کرام کی ان تحریروں سے ثابت ہوتا ہے۔ اگر مسلمانوں کیلئے شرعی حیثیت سے بھی اردو زبان کو اہمیت حاصل ہے تو اس میں ہندوؤں کو برا ماننے کا کیا موقع ہے؟ آخر مصر و شام اور بیروت و فلسطین کی سب قومیں عربی بولتی ہی ہیں لیکن ان ملکوں کے عیسائیوں یا یہودیوں کو کبھی یہ کہتے نہیں سُنا گیا کہ چونکہ عربی مسلمانوں کی مذہبی زبان ہے اس لئے ہمیں یہ زبان نہیں بولنی چاہئے۔

ہمارا نقطۂ خیال تو یہ ہے کہ اگر آج ہندو بھی اردو زبان میں کثرت سے مذہبی تصنیفات شائع کر کے مسلمانوں کی طرح مذہبی اعتبار سے اس کی اہمیت کی قائل ہو جائیں تو بڑا اچھا ہو۔ پھر دونوں قومیں اپنے اپنے مذہب کے تعلق سے اس زبان کی حفاظت میں سرگرم عمل ہو جائیں گی۔ (برہان)

اردو کے متعلق نہ معلوم کتنے مضامین لکھے گئے، لکھے جا رہے ہیں اور لکھے جائیں گے لیکن اس وقت تک ایک مضمون بھی ایسا سننے یا دیکھنے میں نہیں آیا جس سے یہ ظاہر ہو کہ اردو کا درجہ شرعی حیثیت سے کیا ہے؟

اسی بنا پر حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ محی سنت سنیہ نبوی حضرت حاجی حافظ قاری مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی ادام اللہ القوی نے ایک اردو کانفرنس کے صدر و سکریٹری کی فرمائش پر ایک ایسا مدلل مضمون درجۂ اردو کے عنوان سے تحریر فرمایا جس میں سوال مذکور کے جواب کا کوئی پہلو ایسا نہیں جو شرعی حیثیت سے باقی رہ گیا ہو۔ اس مفید اور انتہائی مفید مضمون کو دیکھ کر میں نے اور علماء سے بھی اس میں رائے لی اور میں اپنی کوشش میں اس طرح کامیاب ہوا کہ

جناب مولانا سعید احمد صاحب مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔ جناب مولانا حافظ محمد عبد اللطیف صاحب ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔ جناب مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور جناب مولانا اسعد اللہ صاحب مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔ جناب مولانا عبد الرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔ جناب مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دار العلوم دیوبند۔ جناب مولانا اصغر حسین صاحب مدرس دار العلوم دیوبند نے اپنی گرامی آراء لکھکر عنایت فرمائیں۔ ان کے علاوہ مخدومی جناب مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے بھی حضرت حکیم الامۃ مدظلہ کے مضمون عالی کے مطالعہ کے بعد ایک بسیط مضمون تحریر فرماکر حضرت اقدس دامت برکاتہم کی خدمت بابرکت میں ملاحظہ کیلئے بھیجا حضرت اقدس نے اپنی فرصت کے موافق ملاحظہ اور پسند فرماکر اسکو ایک مستقل رسالہ قرار دیا اور اسکا نام اطیب البیان فی خواص اللسان تجویز فرمایا اور اس پر بقدر ضرورت ایک مختصر سی تصدیق بصورتِ تقریظ تحریر فرماکر اس کو اور بھی مزین فرمادیا۔ اس کے بعد جناب مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی نے بھی اپنی موقر رائے تحریر فرمائی۔ بعدہ جناب مولانا مفتی عبد القادر صاحب فرنگی محل لکھنوی نے بھی اظہار رائے فرماکر ممنونِ منت فرمایا۔ اور اس طرح درحمایت اردو کی طرح تکمیل ہوگئی۔

جب اسقدر آراء اور مضامین فراہم ہوگئے (اور جس اردو کانفرنس کیلئے حضرت اقدس مدظلہم نے مضمون "درحمایت اردو" تحریر فرمایا تھا کسی وجہ سے منعقد نہیں ہوئی) تو میرا ارادہ ہوا کہ ایسے مفید مضامین کو یکجا مرتب کرکے شائع کردیا جائے تاکہ عام مسلمانوں کو اس سے فائدہ پہنچے۔ اس کیلئے جناب مولوی محمد حسن صاحب علوی کاکوری مالک انوار المطابع وانوار بکڈپو لکھنؤ تیار ہوگئے اور طباعت وغیرہ کا کل صرفہ برداشت کرنے کا اظہار فرمایا۔ لیکن مخدومی جناب مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے جناب سعید احمد صاحب ایم۔ اے مدیر رسالہ برہان دہلی سے وعدہ فرمایا تھا کہ میں درحمایت اردو

کے متعلق اپنا مضمون رسالہ برہان میں شائع کرنے کیلئے بھیجدوں گا بلکہ بھیج بھی دیا تھا، جب یہ حال مجھے معلوم ہوا تو میں نے اپنی تجویز پیش کی اس طرح وہ مضمون دہلی سے منگوا لیا گیا لیکن جب اس مجموعہ کے چھپنے میں کچھ دیر ہوئی اور جناب مولانا ممدوح کا تقاضا ہوا تو میں نے ممدوح کی رائے لیکر جناب مدیر برہان دہلی سے دریافت کیا کہ اگر وہ درجۂ اردو کے کل مضامین یعنی پورا مجموعہ شائع کرنے کو تیار ہوں تو میں وہ مجموعہ اُن کے پاس بھیجدوں۔ چنانچہ انھوں نے ازراہ کرم تحریر فرمایا کہ حضرت مولانا (مدظلہم العالی) سے اجازت لیکر بھیجد یجئے۔

اس تحریر کے آنے کے بعد میں نے حضرت اقدس مدظلہم العالی سے اسکی منظوری اور جناب مولوی محمد حسن صاحب سے اسکی اجازت لی کہ یہ سب مضمون جناب مدیر رسالہ برہان کے پاس بھیجدیئے جائیں۔

چنانچہ وہ مضامین اور رائیں جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے بغرض اشاعت بھیج رہا ہوں خدا کرے یہ مفید خاص وعام ہوں اور اس سے عامۃ المسلمین مستفیض ہوں۔

وصل بلگرامی۔ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔ ۱۳ اگست ۱۹۴۱ء

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ آج کل ہمارے ملک ہندوستان میں اردو زبان کے مسئلہ نے ایک خاص اہمیت اختیار کر لی ہے۔ چونکہ بفضلہ تعالیٰ کام کرنے والے اپنی فکر کی رسائی تک اس میں حصہ لے رہے ہیں۔ اس کو کافی سمجھکر اپنے لئے اس کی کسی خاص خدمت کی ضرورت ذہن میں نہیں آئی۔ اتفاق سے آج ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ کو ایک مقام سے چھپا ہوا ایک خط مع ایک اشتہار کے آیا جس سے معلوم ہوا کہ وہاں اس کے لئے ایک کانفرنس منعقد ہونے والی ہے۔ اس خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر کسی وجہ سے کانفرنس میں شرکت نہ ہو سکے تو کچھ مشورہ ہی دیا جائے اھ بمعناہ

اس خط اور اشتہار کو پڑھ کر قلب میں ایک حرکت پیدا ہوئی کہ اس خدمت میں کسی قسم کا حصہ لیا

جاوے۔ چونکہ متعارف خدمتوں کی نہ صلاحیت، نہ قوت اور غالباً ایک خاص خدمت کی طرف کسی نے توجہ ہی نہیں کی۔ اور وہ خدمت اس کی تحقیق ہے کہ اس تحریک کا شرعی حیثیت سے کیا درجہ ہے اور اس کی ضرورت بھی اس لئے محسوس ہوئی کہ اس وقت اس مسئلے نے تمدن و قومیت سے آگے بڑھکر مذہب کی صورت اختیار کرلی ہے۔ اس لئے خیال ہوا کہ اس کے متعلق ایک مختصر تحریر منضبط کرکے دفتر میں بھیجدی جاوے تاکہ اگر وہ حضرات چاہیں شائع کرسکیں۔ واللہ الهادی الی الصواب فی کل باب۔

اشرف علی

(الآیات) الاولیٰ۔ قال اللہ تعالیٰ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ الآیہ۔ الثانیۃ۔ قال اللہ تعالیٰ ومن اٰیاتہ خلق السمٰوات والارض واختلاف السنتکم والوانکم۔ الآیہ۔ الثالثۃ۔ الرحمٰن علم القراٰن خلق الانسان علمہ البیان۔ الآیہ۔ (الروایات الحدیثیۃ والفقھیۃ) الاولیٰ۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احبوا العربیۃ لثلاث لانی عربی والقراٰن عربی وکلام اھل الجنۃ عربی اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک والبیھقی فی الشعب کذا فی کنز العمال ج۶ ص۲۲۳

الثانیۃ۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تغلبنکم الاعراب علی اسم صلاتکم فانھا فی کتاب اللہ العشاء فانھا تعتم بحلاب الابل الحدیث رواہ مسلم

الثالثۃ۔ عن ابی ھریرۃ قال کنا جلوساً عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ نزلت سورۃ الجمعۃ فلما نزلت و اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم۔ قالوا من ھؤلاء یا رسول اللہ قال وفینا سلمان الفارسی قال فوضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدہ علی سلمان ثم قال لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال من ھؤلاء متفق علیہ قال فی اللمعات والمقصود ان المراد بالذین لم یلحقوا بھم اھل العجم من التابعین لحقوا بالصحابۃ من اھل العجم والصحابۃ من العرب ولقد ظھر بسطۃ العلم والاجتھاد فی التابعین مالم یظھر فی غیرھم اھ

الرابعۃ۔ فی الدر المختار فصل تالیف الصلوٰۃ کما صح لو شرع بغیر عربیۃ ای لسان کان وخصہ البردعی

بالفارسیۃ لمن یتھأ فی رد المحتار قولہ البردعی الی قولہ وفارس اسم قطعۃ نسب الیھا قوم والمراد بھا لغتھم وھی اشرف اللغات واشھرھا بعد العربیۃ واقربھا الیھا ابو السعود۔

---

الخامسۃ۔ فی التوضیح حتی لو قرء اٰیۃ من القراٰن بالفارسیۃ یجوز الی قولہ لکن الاصح انہ رجع عن ھذا القول فی التلویح قولہ بغیر العربیۃ اشارۃ الی ان الفارسیۃ وغیرھا سواء فی ذلک الحکم وقیل الخلاف فی الفارسیۃ لاغیر فی الحاشیۃ لعبد الحکیم لمزیتھا علی غیرھا لقربھا من العربیۃ فی الفصاحۃ الخ

آیات وروایاتِ بالا سے امور ذیل مستفاد ہوئے (۱) تمام السنہ اپنی ذات میں قطع نظر عوارض سے نعم الہیہ ودلائل قدرت ہونے میں اور اس بنا پر اباحت استعمال میں متساوی الاقدام ہیں کما دلت علیہ الاٰیات (۲) بعض خصوصیات کی وجہ سے کہ وہ خصوصیات اسبابِ عادیہ سے بمنزلہ لوازم کے ہوگئی ہیں باہم السنہ میں تفاضل ثابت ہے۔ چنانچہ عربی زبان کی فضیلت بیان کی گئی کما فی الروایۃ الاولیٰ۔ اور محاوراتِ اعراب کے استعمال سے نہی فرمائی گئی خواہ وہ نہی کسی درجے کی ہو مگر ناپسندیدگی کے مدلول ہونے میں شبہ نہیں۔ کما فی الروایۃ الثانیۃ۔ اور ان دونوں روایتوں میں غور کرنے سے صاف مفہوم ہے کہ فضل ومدح یا ذم وقبح کا مبنیٰ اس لسان کا تلبس کسی فضیلت کی چیز سے یا اس کا تلبس کسی مذموم چیز سے ہے۔ خواہ وہ چیز کوئی عین ہو یا معنی ہو۔ (۳) بعد عربی کے فارسی زبان میں اسی تلبس مذکور کے سبب چند وجوہ سے فضیلت ثابت ہے۔ ایک اس کا تعلق جماعت مقبولین سے کما فی الروایۃ الثالثۃ مع الحاشیۃ الذین علی کونھم مرضیین عند اللہ تعالیٰ وکونھم اھل علم واجماً۔ اور دوسری وجوہ آگے آتی ہیں (۴) اسی فضیلت کی بنا پر جیسا بعض محققین نے فارسی کی تخصیص کی تصریح کی ہے۔ امام صاحبؒ نے ایک وقت میں فارسی میں قرأت کو جائز فرمایا تھا گو بعد میں اس سے رجوع فرمالیا لیکن رجوع فرمانے سے بنا رکا انعدام لازم نہیں آتا۔ کیونکہ یہ رجوع کسی معارض اقوی کے سبب سے ہے نہ کہ ضعف بنا سے تو اس معارض کی قوت ایک خاص محل میں ظہور اثر بنا کی مانع

ہو گئی نہ کہ معطل۔ چنانچہ علاوہ وجہ فضیلتِ مذکور نمبر ۳ کے دوسری وجہ فضیلت کی اس کا اشرف اللغات ہونا ہے۔ کما فی الروایۃ الرابعۃ اور اس شرف کا مبنی قریب یہ ہو سکتا ہے کہ عباد مقبولین نے اس کے ساتھ تکلم کیا ہے جیسا روایاتِ ذیل میں وارد ہے۔ الف روی البخاری فی حدیث طویل من کتاب الجہاد فصاح النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا اھل الخندق ان جابرا قد صنع سوراً الخ۔ قال الحافظ فی الفتح عن الاسمٰعیلی السور کلمۃ بالفارسیۃ ام وقال الکرمانی لغۃ فارسیۃ۔ ب وروی البخاری ایضاً فی ھذا الباب فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالفارسیۃ کخ کخ الحدیث۔ ج وروی البخاری ایضاً فی باب اذا قالوا اصبانا من کتاب الجہاد قال عمرؓ اذا قال مترس فقد امنہ۔ د روی ابوداؤد ان ابا میمونۃ قال بینما انا جالس مع ابی ھریرۃ جاءتہ امرأۃ فارسیۃ الی قولہ فقالت یا ابا ھریرۃ رطنتلہا بالفارسیۃ وفیہ فقال یا ابا ھریرۃ استہما علیہ ورطن لہا بذلک الحدیث باب من احق بالولد۔ ھ۔ وذکر ابن تیمیۃ فی کتابہ اقتضاء الصراط المستقیم عن ابی العالیۃ ومحمد بن الحنفیۃ تکلمہا بالفارسیۃ۔ اور بعض روایات میں جو اس کی کراہت آئی ہے حافظ نے فتح میں اس کا یہ جواب دیا ہے۔ واشار المصنف (ای البخاری) الی ضعف ما ورد من الاحادیث الواردۃ فی کراھۃ الکلام بالفارسیۃ الی قولہ وسندہ واہ ایضاً۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ کراہت اس کے لئے ہے جو اس کو عربی پر ترجیح دے۔ اور تیسری وجہ فضیلت کی اس کا فصاحت میں عربی سے قریب ہونا ہے بخلاف بعض السنہ کے کہ ان کے کلمات میں ثقل و تنافر بکثرت ہے۔ کما فی الروایۃ الخامسۃ مع الحاشیۃ۔ اب ان مقدمات پر تفریع کر کے عرض کرتا ہوں کہ جس طرح فارسی زبان کے لئے عربی زبان کے ساتھ مناسبت ہونے سے فضیلت حاصل ہے اور چونکہ اس فضیلت کا اثر احکام دینیہ میں بھی ظاہر ہو چکا ہے اس لئے وہ فضیلت دینیہ ہے اسی طرح بلاشبہ عربی اور فارسی کے ساتھ ایسی ہی قوی مناسبت ہونے سے اردو کو بھی فضیلتِ دینیہ حاصل ہے بلکہ فارسی کو تو عربی سے صرف مشابہت ہی کی مناسبت ہے اور اردو کو فارسی

اور عربی سے جزئیت کی مناسبت ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ اردو میں کثرت سے فارسی اور عربی کے الفاظ مفردہ ہوتے ہیں کہ کسی زبان میں بھی نہیں۔ بلکہ اس کے بہت جملے تو ایسے ہوتے ہیں کہ بجز روابط کا اور کی اور ہے اور نہیں کے پورا مادہ فارسی اور عربی ہی ہوتا ہے۔ یہ تو فضیلت کی زبانوں سے اس کا تلبس ہے۔ دوسری فضیلت اس میں یہ ہے کہ علوم دینیہ کا خصوص تصوفِ صحیح ومقبول کا اس میں غیر محدود وغیر محصور ذخیرہ ہے جس کو علماء ومشائخ نے صدیوں کی مشقت اور اہتمام سے جمع فرمایا ہے۔ چنانچہ روایتِ رابعہ میں اشہر کہنے سے اسی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ خدانخواستہ اگر یہ زبان ضائع ہوگئی تو یہ تمام ذخیرہ ضائع ہو جاوے گا۔ بالخصوص عوام مسلمین کے لئے تو علمِ دین کا کوئی ذریعہ ہی نہ رہے گا۔ کیونکہ ان کا استفادہ بوجہ عربی نہ جاننے کے اسی پر موقوف ہے۔ کیا کوئی مسلمان اسکو گوارا کر سکتا ہے اور کیا اس طرح ضائع ہوتے دیکھنا اور اس کا انسداد نہ کرنا شرعاً جائز ہے۔ تیسری خصوصیت کہ اس کو بھی فضیلت میں دخل عظیم ہے۔ اس کا سلیس اور آسان ہونا ہے اسی تیسیر کو آیاتِ قرآنیہ میں موضع امتنان میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ کما قال تعالیٰ فانما یسرناہ بلسانک لتبشر بہ المتقین وقال تعالیٰ فانما یسرناہ بلسانک لعلھم یتذکرون۔ واشباھھما من الآیات۔

### تفریع علی التفریع

اس انتاج کے بعد معلوم ہوگیا کہ اِس وقت اردو کی حفاظت دین کی حفاظت ہے اس بنا پر یہ حفاظت حسب استطاعت طاعت اور واجب ہوگی اور باوجود قدرت کے اس میں غفلت اور سستی کرنا معصیت اور موجب مواخذۂ آخرت ہوگا۔ واللہ اعلم وھذا ما حضرنی الآن و لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

قالہ بفمہ وامر برقمہ العبد الحقیر

اشرف علی التھانوی الحنفی غفرلہ

# تقریظات

تقریظ نمبر ۱ | الحمد للہ الذی خلق الانسان وعلمہ البیان والصلوۃ والسلام علی سید الانس و الجان

اردو زبان اگرچہ صرف زبان ہونے کی حیثیت سے مثل دیگر عجمی زبانوں کے ایک زبان ہے اور اس اعتبار سے اس کو کوئی خاص فضیلت نہیں ہونی چاہئے تھی۔ لیکن اس زبان نے باوجود ایک نئی زبان ہونے کے ایسا قبول حاصل کر لیا کہ وہ نہ صرف ہندوستان میں بولی جانے لگی بلکہ دیگر ممالک تک پہنچ گئی، بہت سی قدیم زبانوں سے فوقیت لے گئی اور اس کو بین الاقوامی زبان ہونیکا شرف حاصل ہو گیا۔

مسلمانوں نے اس کی مقبولیت کو دیکھکر دینی علوم و فنون کو بھی اس میں منتقل کرنا شروع کیا۔ اور آج بلا مبالغہ اردو زبان میں دینیات کا اسقدر ذخیرہ منتقل ہو چکا ہے کہ ہندوستان کی کسی دوسری زبان میں نہ اتنا ذخیرہ منتقل ہوا اور نہ مستقبل قریب میں اس کی امید کی جا سکتی ہے، اور جتنا فائدہ اس سے پہنچ رہا ہے اور کسی زبان سے نہیں پہنچ رہا ہے۔

اردو زبان ہندوستان کی مشترکہ زبان تھی چنانچہ سب کو اس سے دلچسپی تھی اور ہونی بھی چاہئے تھی۔ لیکن اب بعض خاص وجوہ سے ملک کا ایک ناعاقبت اندیش طبقہ اس کے فنا کرنے پر تلا ہوا ہے، حالانکہ یہ زبان تمام ملک کے لئے مفید اور سہل الحصول ہے اس لئے اس کی حفاظت تمام ملک کے ذمہ ہے مگر مسلمانوں کے لئے اس کا تحفظ اس وجہ سے اور بھی زیادہ ضروری ہو گیا ہے کہ قومی اور ملکی نقصانات کے ساتھ ساتھ اس کے فنا ہونے سے عامہ مسلمین کا ایک دینی زبردست نقصان ہو گا، اور ان کی گذشتہ تاریخ اور عظمت رفتہ کے اوراقِ زرین ان کے ہاتھ سے نکل جائینگے اور زمانہ کے نشیب و فراز اور حال و استقبال پر نظر کرتے ہوئے اس کی تلافی محال نہیں تو مشکل ضرور ہو جائیگی۔

اس لئے اسوقت مسلمانوں کو اس کی حفاظت و بقاء کے ذرائع پر غور کرنا چاہئے اور اس کی نشر و اشاعت میں ہر امکانی سعی کو اپنا فریضہ تصور کرنا چاہئے،

حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ العالی نے جو محققانہ تفریعات آیات و روایات نقل کرنے کے بعد فرمائی ہیں وہ اپنی جگہ پر کسی تائید کی محتاج نہیں۔ ہم مسلمانوں سے پرزور درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس مضمون کو غور سے پڑھیں اور اسکو عملی جامہ پہنانے میں کوتاہی نہ کریں۔ فقط واللہ الموفق

حررہ سعید احمد اجراڑوی غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ۳۰ ذیقعدہ ۵۸ھ

لاشک فی صحۃ الجواب عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ۳۰ ذیقعدہ ۵۸ھ

اس میں ذرا شک نہیں کہ جتنے علوم دینیہ اسلامیہ آج کل اردو میں ہیں ہندوستان کی کسی زبان میں نہیں ہیں اور مسلمان جتنا ان سے انتفاع حاصل کر سکتے ہیں وہ ظاہر ہے اس لئے اس کی نہ صرف حفاظت بلکہ ترویج و اشاعت کی سعی ان علوم کی حفاظت ہے جو اس میں ہیں۔

زکریا عفی عنہ

تقریظ نمبر ۲ | ز لاف حمد و نعت اولی است بخاک ادب خفتن سجودے می تواں کردن درودے می تواں گفتن

یہ ایک ناقابل انکار واقعیت اور قطعی الثبوت حقیقت ہے کہ تمام حلقہ بگوشانِ اسلام کے لئے دولت ایمان و سرمایۂ اسلام، دنیا و مافیہا سے بدرجہا بہتر و برتر ہے، ایک مخلص مسلمان کے لئے اسلام کی حیثیت دوسری تمام حیثیتوں پر بہر صورت مقدم ہے، ایک مسلمان پہلے مسلمان ہے اور پھر خادم قوم، وطن پرست، سوداگر، ملازم، وزیر، بادشاہ، والد، ولد، استاد، شاگرد وغیرہ ہے۔ یہی راز ہے کہ سچے مسلمان اپنے اسلام کے لئے ہر قسم کی صبر آزما قربانیاں کرنے کو فوراً آمادہ ہو جاتے ہیں، اور کبھی حرص و طمع سے دنیاوی اغراض پر اسلام کو بھینٹ نہیں چڑھاتا

چاہتے ہیں۔ لہذا جن امور کا تعلق اسلام سے ہوگا وہ یقیناً دوسرے غیر متعلقہ امور پر واجب التقدیم ہوں گے۔ اس کے بعد میں بتانا چاہتا ہوں کہ اردو زبان کا بوجوہ ذیل اسلام اور مسلمانانِ ہند سے گہرا تعلق ہے۔

(۱) تاریخ داں حضرات پر روشن ہے کہ زبانِ اردو نے میدانِ ترقی میں اس وقت قدم رکھا تھا جب تمام اطرافِ ہند پر پرچم اسلامی لہرا رہا تھا۔ دنیا کے دلوں پر اسلامی شوکت و سطوت کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ شاہان زمانہ سلاطین اسلام کی آستاں بوسی کو موجب افتخار سمجھتے تھے زبانِ اردو، عساکر اسلامیہ کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ زبان اردو جیوش المجاہدین کا مجسمہ ہے۔ زبان اردو کا درخت ہمارے اسلاف کے گراں بہا خون سے سینچا ہوا ہے، جب تک ہندوستان کے مسلمانوں میں زبان اردو رائج رہیگی ان کے دماغوں میں کھوئی ہوئی عظمت کا خیال، غلامانہ ذہنیت کی اصلاح کرتا رہیگا، اولوالعزمی و بلند حوصلگی کے سبق پڑھاتا رہیگا۔ وہ جذباتِ حریت سے مانوس ہوتے رہیں گے۔ اس وجہ سے برادران وطن اس کے لئے طیار نہیں کہ زبانِ اردو کی ترویج ہو وہ چوٹی سے ایڑی تک کا زور ہندی کے رائج کرنے پر لگا رہے ہیں۔

(۲) ایک مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے قرآن مجید کا جتنا شیفتہ و فریفتہ ہو سکتا ہے محتاج اظہار نہیں، مسلمانوں کے سامنے قرآن مجید کی عظمت کا بیان کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، قرآن شریف کے لئے افضل تو یہ ہے کہ تجوید و ترتیل کے ساتھ اس کے حقائق معنویہ میں بھی تدبر کیا جائے، اس کے روح پرور مطالب سے نفس کا تزکیہ کیا جائے اور کم سے کم یہ ہے کہ اس کے الفاظ ہی کو صحیح ادا کیا جائے، مخارج و صفات ہی کا لحاظ رکھا جائے تو اب غور فرمائیے کہ اس قرآن مجید میں جس کے متعلق بارگاہِ خداوندی کا اٹل اور حتمی وعدہ ہے إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ٥ اور عالم اسباب میں اس وعدہ کی تکمیل کا بار مسلمانوں کے

کندھوں پر ہے، ہندی سے زیادہ مدد مل سکتی ہے یا اردو سے، میں بلا خوف، انکار کہتا ہوں کہ صرف ہندی پڑھنے والے قرآن مجید کے مبارک الفاظ کا صحیح تلفظ نہیں کر سکتے۔

(۳) سر سید احمد خانصاحب نے آج سے ۴۵ سال پیشتر ۱۸۹۶ء کی ایک تقریر کے دوران میں فرمایا تھا۔

سب سے اول ہمارا یہ مقصد ہے کہ مسلمانوں میں نیشنلٹی یعنی قومیت اور قومی اتحاد اور قومی ہمدردی جو اول بیٹرھی قومی ترقی کی ہے قائم رہے، اس کے لئے ہم کو کیا کرنا ہے، سب سے مقدم یہ کرنا ہے کہ وہ مسلمان رہیں اور مذہب اسلام کی حقیقت اُن کے دل میں قائم رہے اور اسلئے ضرور ہے کہ ہم انگریزی تعلیم کے ساتھ ان کو مذہبی تعلیم بھی دیں اور عقائد مذہبی ان کو سکھائیں اور جہاں تک ممکن ہو ان کو فرائضِ مذہبی کا پابند رکھیں، تاریخ اسلام اور مذہب اسلام کے شرع سے ..... آگاہ کریں .... پھر ہم کو اپنی قومیت قائم رکھنے کیلئے عربی زبان کو بھی جو ہمارے بزرگوں اور ہمارے پاک مذہب کی زبان ہے جسقدر ہوسکے تعلیم دینا ہی کم سے کم یہ کہ فارسی زبان ہی سکھائیں تاکہ قومیت کا اثر ان میں پایا جائے۔ انگریزی تعلیم کے سبب ان میں سے قومیت معدوم نہ ہونے پائے۔"

سید صاحب کی تقریر میں جن اعلیٰ مقاصد کو ظاہر کیا گیا ہے وہ ایک خاص حد تک موجودہ دور میں زبان اردو کے ساتھ وابستہ ہیں۔

ہم اس مختصر تحریر میں اس موضوع پر زیادہ لکھنا نہیں چاہتے اسلئے گذارش ہے کہ مذکورہ بالا وجوہ کی بناء پر ہم یہ سعادت حاصل کرتے ہیں کہ حضرت اقدس حکیم الامۃ تھانوی مدظلہ کی محققانہ تحریر کے دل وجان سے ماننے والوں میں اپنا نام بھی ثبت کریں۔ اور مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ اس مضمون کو صرف کاغذی کارروائی۔ اور زبانی تجاویز کے پاس کرنے تک ہی محدود نہ رکھیں

دھواں دھار تقریروں پر اکتفا نہ فرمائیں بلکہ میدانِ عمل میں اتریں اور عملی تدابیر سے اردو کو باقی رکھیں، اس وقت جو تدابیر ہمارے ذہن میں ہیں ان کو ہم لکھے دیتے ہیں جو صاحب ان کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ مفید سمجھیں وہ اس پر عمل پیرا ہوں۔

(۱) تحریر و تقریر میں غیر مانوس انگریزی وغیرہ الفاظ چھوڑ دیئے جائیں۔ انگریزی محاوروں کی جگہ قرآن مجید کی آیات، احادیث اور امثال عربیہ استعمال کئے جائیں۔

(۲) جگہ جگہ اردو کے چھوٹے چھوٹے مکتب قائم کئے جائیں۔ شفیق و پابند مذہب استاد مقرر کئے جائیں۔ بچوں سے اجرت نہ لی جائے۔ غریب بچوں کو کتابیں بھی مفت دی جائیں۔ امتحان پر انعام سے بھی ہمت افزائی کی جائے۔

(۳) سہل و سلیس اردو میں چھوٹے چھوٹے رسالے شائع کئے جائیں، مضامین دلچسپ و سہل طباعت دیدہ زیب، کتابت خوشنما اور کاغذ عمدہ ہو۔

(۴) رسائل اور اخبارات میں اردو کی اہمیت پر مضامین لکھے جائیں۔

(۵) اردو اخبارات و رسائل کی زیادہ تعداد میں خریداری سے ہمت افزائی کی جائے۔

(۶) مہذب مشاعرے منعقد کئے جائیں جن میں کم از کم مانگ چوٹی کے مضامین نہ ہوں۔ اچھی بندشوں میں اچھے الفاظ سے پاکیزہ مضامین بیان کئے جائیں۔ کامیاب نظم کے لئے انعام بھی مقرر کیا جائے۔ خواہ وہ "انعامی پیالہ" ہی کی شکل میں ہو۔

(۷) مضامین نثر کے لئے بھی مجالس قائم کی جائیں۔ خواہ کسی ایک عنوان پر مضامین لکھوائے جائیں خواہ آزادی دی جائے۔ بہترین مضمون لکھنے والے کی حوصلہ افزائی کی جائے، اگر کوئی طالب علم کسی دوسرے سے بھی مضمون لکھوالائے تب بھی اسکو مستحق انعام سمجھا جائے۔

(۸) وقتاً فوقتاً موثر انداز سے اردو کی اہمیت پر تقریریں کی جائیں۔

(۹) کبھی کبھی ملک کے بہترین اردوداں بلاکر بڑے بڑے جلسے منعقد کئے جائیں۔

(۱۰) اردو میں امتیازی حیثیت رکھنے والے طلبہ کے وظائف مقرر کئے جائیں۔

(۱۱) اردو کے تحفظ کے لئے بکثرت انجمنیں قائم کی جائیں۔ فقط

بندہ اسعد اللہ عفاعنہ، محرم ۱۳۵۹ھ

بندہ عبدالرحمٰن کاملپوری غفرلہ (مدرس) مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

تقریظ نمبر۳ ہندوستان میں اردو زبان کی حفاظت شرعی حیثیت سے طاعت اور بقدرِ استطاعت واجب ہونا سیدی حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم نے دلائل صریحہ وصحیحہ سے واضح فرمادیا ہے وہ محتاج کسی تائید وتشیید کا نہیں ہے اس کے ساتھ ایک اور وجہ اس کے طاعت وثواب ہونے کی یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے شہری ودنیوی حقوق کا تحفظ بھی دین ہے۔ اور ان کو اپنی مشترک ملکی زبان کے سوا کسی دوسری زبان کے استعمال پر مجبور کرنا ان کی حق تلفی اور بلاشبہ ان پر ظلم ہے کہ ایک خاص قوم کی قومی زبان کا ان کو پابند کیا جاوے۔ اکبر شاہ کے عہد میں اردو زبان کی ترویج اسی مساوات پسندی کے مد میں کی گئی تھی کہ وہ ہندوستان میں بسنے والی تمام قوموں کی ایک مشترک ملکی زبان ہو اور کسی قوم کو یہ شکایت باقی نہ رہے کہ اس کو دوسری قوم کی زبان پر مجبور کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ہندوستان کی ذی اقتدار قوموں کی قومی زبانیں چار تھیں۔ ہندوؤں میں ہندی۔ عربی النسل مسلمانوں میں عربی۔ تیموری خاندان میں ترکی اور بلاط وحکومت کی زبان فارسی۔ شاہ جلال الدین اکبر نے اپنی قومی زبان (عربی) کو چھوڑ کر انھیں چاروں زبانوں سے مرکب اردو زبان کی ترویج اس لئے کی کہ سب قوموں کی مشترک زبان ہے کسی قوم کو شکوہ نہ رہے۔

اکبر شاہ کے اس عمل کی شہادت ایک غیر مسلم امرکی (لوتروپ ستودارد) کی کتاب "حاضر العالم الاسلامی" (مترجم بعربی) میں ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے۔

| | |
|---|---|
| وكانت اللغة المعروفة في الهند | ہندوستان میں ہندوؤں کی زبان (ہندی) کے |
| عدا لغات الهنود الاصليين | علاوہ تین زبانیں زیادہ معروف اور رائج تھیں |
| ثلاثة العربية لغة الدين الاسلامي | یعنی ملت اسلامی کی زبان عربی۔ اور تیموری |
| والتركية لغة الاسرة التيمورية و | خاندان کی زبان ترکی اور حکومت کی زبان |
| الفارسية لغة البلاط والدولة فوضع | فارسی تھی۔ شاہ اکبر نے لغت اردو وضع کیا جو |
| اكبر لغة الاردو التي تشتمل على كثير من | بیشتر عربی، فارسی، ترکی، ہندی الفاظ پر مشتمل |
| العربي والفارسي والتركي مع الهندي | ہے۔ اس کی وجہ سے باہمی تفاہم اور گفتگو |
| فسهل التفاهم بين الامم الهندية تدريجاً | سہل ہوگئی اور یہ زبان اردو اسقدر رائج ہوئی |
| حتى انه ليتكلم بها اليوم مائة مليون نسمة | کہ آج دس کرور آدمی خالص اردو بولتے ہیں۔ |

(حاضر العالم الاسلامی ج۴ ص۳۰۵)

اس امریکی فاضل کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہندی زبان صرف ہندوؤں کی قومی زبان ہے نیز یہ کہ اردو زبان ہندوستانی اقوام کی مشترک زبان ہے جس کو اس کے زمانہ میں ہندوستان کے دس کروڑ انسان استعمال کرتے ہیں۔

یا للعجب حکمران قوم نے اپنے عہد حکومت میں اپنی قومی زبان جن لوگوں کی خاطر چھوڑی تھی وہی آج ان کے احسان کا یہ صلہ دے رہے ہیں کہ مسلمانوں کو اس مشترک زبان پر بھی قائم نہ رہنے دیں بلکہ خالص اپنی قومی زبان کا پابند کریں۔ حالانکہ ابھی تک وہ حاکم نہیں بلکہ حکومت کی تمنا کر رہے ہیں۔ اسلئے بلاشبہ یہ مسلمان قوم پر ظلم ہے اور اس کا ازالہ بقدر استطاعت واجب ہے۔

علاوہ ازیں جس طرح ہندو قوم مسلمانوں کی قومی زبان عربی اختیار کرنے کو اپنی قوم پر ظلم اور اپنے مذہب و شعائر مذہب کے خلاف سمجھتے ہیں مسلمانوں کو یہ حق کیوں حاصل نہیں کہ وہ

بھی ہندی زبان کے متعلق یہی رائے رکھیں بالخصوص جبکہ ان کے مذہب کی تعلیمات میں یہ بھی داخل ہے کہ

"اللسان مؤثر فی الخلق والدین" "زبان اخلاق اور دین میں موثر ہے"

(اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیہ

الی المشتکی وھوالمرتجی)

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ خادم دارالعلوم دیوبند ۹ رمضان ۵۹ھ

حضرت اقدس دامت برکاتہم کی اصل تحریر اور اس تقریظ سے یہ احقر بھی متفق اور ہر طرح مؤید ہے۔ بندہ اصغر حسین عفا اللہ عنہ


# ضرورت مترجمین

عربی، فارسی، انگریزی سے براہ راست شستہ ورفتہ سلیس اردو زبان میں ترجمہ کرنے والوں کی ضرورت ہے جو مناسب اجرت پر علمی، ادبی، تاریخی، نیز متفرق علوم و فنون کی کتابوں اور رسائل کے مضامین کا ترجمہ کر سکیں۔ کسی ایک زبان اور اردو کا جاننا کافی ہے۔ علمی قابلیت نیز تجربہ کے متعلق تفصیل سے جواب آنا ضروری ہے۔

نوٹ:۔ ہر قسم کی اردو، فارسی، عربی، انگریزی کتابیں مطبوعات ہندوستان، ایران، مصر، یورپ امریکہ وغیرہ ہماری معرفت نسبتاً ارزاں قیمتوں پر مل سکتی ہیں۔ شائقین اپنے اسمائے گرامی و مکمل پتوں سے مطلع فرمائیں تاکہ جدید فہرستیں وقتاً فوقتاً ارسال کی جا سکیں۔ پتہ ذیل پر خط و کتابت کریں۔

شباب کمپنی۔ پوسٹ بکس نمبر ۳۱۲۶۔ بمبئی نمبر ۳